پروفیسر محمد مسلم

سنوسیہ

صوفیہ کے طبقوں میں پچھلی صدی سے اب تک دو حلقے مخصوص و مستثنیٰ حیثیت رکھتے ہیں جنھوں نے خانقاہوں سے نکل کر میدانِ جہاد میں قدم رکھے اور اس خندہ پیشانی سے راہِ حق میں جانیں نثار کردیں جو قرونِ اولیٰ کے صحابۂ کبار کی شان تھی۔ ایک تو انیسویں صدی کے اوائل میں سید احمد شہید اور ان کے رفقاء شاہ اسماعیل شہید وغیرہ جنھوں نے ایک باقاعدہ جہاد کے بعد سکھوں کے مقابلے میں سنہ ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) میں بمقام بالاکوٹ شہادت پائی اور جن کے خلفا فقر و فاقہ میں مبتلا رہ کر ایک صدی تک انگریزوں کے خلاف گوریلا جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ پاکستان قائم ہوگیا۔ اور مجاہد صوفیوں کا دوسرا حلقہ سنوسیہ ہے جس نے شمالی مغربی افریقہ میں حق کے لیے جہاد کی ایک عظیم تحریک کو منظم کیا۔

محمد بن علی السنوسی

طبقۂ سنوسیہ کے بانی سیدی محمد بن علی السنوسی المجاہری الحسنی الادریسی سنہ ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء میں مستغانم کے قریب طُرش (الجزائر) میں متولد ہوئے۔ اوائل عمر میں قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۸۳۰ء سے ۱۸۴۳ء تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور اپنے سلسلہ کا پہلا زاویہ جبل ابوقبیس پر قائم کیا۔ پھر سرینیکا میں قیام پذیر رہے، جہاں پہلے زاویہ رفالمہ پھر سرینیکا کے قریب جبل اخضر میں زاویۃ البیضاء پھر تمسا اور آخر میں ۱۸۵۵ء میں جغبوب میں زاویے قائم کیے۔ جغبوب کو آزاد شدہ غلاموں سے آباد کیا۔ زاویوں کی تعداد ۱۸۵۹ء میں ۲۲ سے ۱۸۸۴ء میں ایک سو تک پہنچ گئی۔ انھوں نے سنہ ۱۲۷۶ھ / ۱۸۵۹ء میں جغبوب میں وفات پائی۔

انھوں نے اپنے طریقے میں شمول کے لیے "سرِ یا لطیف" کے ایک ہزار ورد کی ہدایت کے علاوہ چار تصنیفیں چھوڑیں۔ ایک اصول پر، ایک قرآن و حدیث کے تطابق و توافق پر (تقلید ائمہ اربعہ سے آزاد

رد کرے۔ اگرچہ مصنف اپنے آپ کو مالکی کہتے ہیں۔ اور اجتہاد کے حامی ہیں)۔ اور دو تصوف پر، جن میں فہرستان کے سلسلۂ حجت شرعیہ کا شمار ہے جن میں ۱۵۰ صوفیانہ ہیں، ان کے طریقے کی شرعیت و صحت عقیدہ کی دلیل کے طور پر ہے۔ چوتھی السلسبیل المعین فی طرائق الاربعین ہے جس میں چالیس اگلے طریقوں کے ذکر کے قواعد ہیں اور اپنے طریقے کو سب کا خلاصہ بتایا ہے۔ یہ آخری تصنیف نہایت عجیب ہے۔ اگرچہ اس کے بیانات زبانی اور سینہ بسینہ ظاہر کیے گئے ہیں لیکن مصنف کا اقرار ہے کہ وہ حسن عجمی (متوفی ۱۱۱۳ھ / ۱۷۲۸ء) کے رسالے سے لیے گئے ہیں جس کا تتبع سیدی مرتضیٰ الزبیدی نے اپنے عقد الجمان میں کیا ہے۔ ذکر حلاجیہ پر جو باب ہے وہ ابو سعید القادری کے آداب الذکر میں ہے جو ۱۰۹۷ھ / ۱۶۸۶ء میں ہندوستان میں مخطوط ہوئی (ملاحظہ ہو کیٹلاگ ایوانو IVANOW مسودات کلکتہ ۱۲۸۰)۔ اس میں یہ باب ذکر لفظ بہ لفظ موجود ہے۔ اس سے اوراکات احمد الشناوری متوفی ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء کے مشترک ماخذ کا پتہ چلتا ہے۔

ان کے فقہی اجتہاد کے دعوے کو قاہرہ میں ۱۸۴۳ء میں ایک مالکی فقیہہ محمد العیش نے کفر بتایا۔ سنوسیہ مالکی، اسبالی (نماز میں تسبیح کے وقت دونوں ہاتھ گرانے) پر عمل نہیں کرتے۔

احمد بن ادریس

منتغانم میں قادریہ اور خاص میں طیبیہ تجانیہ طریقوں میں شامل ہو کر سنوسی عقائد نے اپنے مرشد شریف احمد بن ادریس الفاسی (متوفی ۱۸۳۷ء) بانی قادریہ ادریسیہ و معلم طرق جدیدہ رشیدیہ و امیرغنیہ کے زیر اثر مکہ میں معین شکل اختیار کی۔

انھوں نے حنبلی عقیدے کے مطابق قرونِ اولیٰ کے صحابہ کے ماوراء تمام مابعد کے اجماع اور قیاس سے انکار کر دیا۔ احکام شریعت کی بنیاد صرف قرآن اور سنت کو قرار دیا۔ ساتھ ہی ساتھ صوفیانہ ذکر و اذکار اور وظائف کی تعلیم بھی دی۔ لیکن صوفیوں کے عقیدۂ بقا باللہ یا وصل بحق کی قطعی تردید و تکذیب کر کے قرب نبیؐ یا روح نبوی سے اتحاد کو صوفیانہ ریاضت کی منزل قرار دیا۔ اور اس کا نام طریقہ محمدیہ رکھا۔ اس طریقے کو سریع و شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔

تحریک کے مقاصد اور نتائج

ان کے بعض مریدوں نے انھیں بنیاد ولی برادرانہ جماعتیں قائم کیں۔ ان میں سب سے زیادہ با اثر وہ طریقہ تھا جو الجزائر کے محمد بن علی السنوسی (متوفی ۱۸۵۹ء) نے سرینیکا میں قائم کیا۔ شریعت اسلام میں قرآن وسنت پر زیادہ شدت سے زور دینے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی راہ میں جہاد کے اجزائی اہمیت اور جوش وخروش بہت بڑھ گیا۔ حالانکہ جہاد کا تخیل مسلمانوں میں صدیوں سے آہستہ آہستہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ صوفیوں نے اس کی اپنے طور پر تاویل کر لی تھی (یعنی جہاد سے مراد اپنے نفس پر جہاد ہے نہ کہ دوسروں کی جانوں پر)۔

انھوں نے ہی اول اول ایک اسلامی برادری کا تصور پیش کیا جس نے ایک اسلامی جمہوریہ کی راہ کھول دی۔ ان کا پیغام بجلی کی طرح تمام لیبیا (طرابلس) میں اور اس کے آگے پھیل گیا۔ ۱۸۵۹ء میں اپنے انتقال کے وقت تک یہ ایک وسیع ولایت کے حکمراں تھے جو بحر روم سے استوائی افریقہ اور صحرائے الجزائر تک پھیلی ہوئی تھی۔ لفظ ولایت اس بے مثال نظام کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا کیونکہ سنوسی اعظم نے کبھی اپنے یا اپنی اولاد کے لیے کسی شخصی حکومت کا قیام نہیں چاہا۔ وہ صرف اسلام کی اخلاقی، سیاسی و معاشرتی احیا کے لیے ایک تنظیم کے خواہاں تھے۔ شمالی افریقہ کے تمام زاویوں سے جو انھوں نے قائم کر رکھے تھے اپنا پیغام بعید ترین قبائل تک پہنچایا اور دس بیس برس کے اندر عربوں اور بربروں میں ایک معجزانہ انقلاب پیدا کر دیا۔ بین القبائلی خانہ جنگیاں رفتہ رفتہ ختم ہو گئیں۔ ریگستان کے بے مہار جنگجو سپاہی مواخاۃ و تعاون کی روح سے قوی ہو گئے جس سے اب تک وہ نا آشنا تھے۔ زاویوں میں ان کے بچوں کو تعلیم دی جاتی، صرف علوم اسلام کی نہیں بلکہ عملی فنون اور دستکاریوں کی بھی، جن سے جنگجو بادیہ نشینوں کو پہلے نفرت تھی۔ ان کو ان علاقوں میں جو صدیوں سے بنجر پڑے تھے زیادہ مقدار میں پیداوار حاصل کرنے اور اچھے کنوئیں کھودنے کی ترغیب دی گئی۔ سنوسیوں کے زیر نگرانی ریگستان میں جا بجا سبز خطے نظر آنے لگے۔ تجارت کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ سنوسیوں کے قیام امن وامان نے ان علاقوں میں سفر ممکن بنا دیا جہاں سے پہلے کوئی قافلہ صحیح وسالم گذر نہ سکتا تھا۔ الغرض اس طریقے کا اثر تہذیب و ترقی

کے لیے ایک زبردست محرک ثابت ہوا۔ اس کی سخت دینداری نے اس جدید آبادی کا اخلاقی معیار اتنی بلندی پر پہنچا دیا جہاں تک وہ کسی خطۂ ارض میں کبھی نہ پہنچا۔ قبائل اور ان کے سرداروں نے ایک ایک کر کے سنوسی اعظم کی روحانی سیادت کو بخوشی قبول کر لیا۔

جب کہ اس حلقہ نے اپنی تمام مساعی ابنائے ملک کے عروج وارتقاء پر مرکوز کر دیں ایک وقت ایسا آیا کہ اس کے اثر اور وقعت کو حکومت وقت کی طاقت سے تمیز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور یہ طاقت حلقہ کی اس صلاحیت پر مبنی تھی کہ سیدھے سادے بددوں اور شمالی افریقہ کے تواریغ TUAREG کو ان کے معاملاتِ مذہب میں اب تک ان کی بے جان رسم پرستی سے ہٹا کر ان کے دلوں کو سچی روح میں زندگی بسر کرنے کی آرزو سے لبریز کر دیا۔ اور ان میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ ہم سب آزادی، انسانی عظمت واخوت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے عہد سے اب تک عالم اسلام میں کہیں بھی کسی بڑے پیمانے کی تحریک اسلامی طرز زندگی سے اتنی قریب پیدا نہیں ہوئی جتنی سنوسی تحریک۔

یہ عہد امن انیسویں صدی کے ربع آخر میں منتشر ہو گیا جب کہ فرانس الجزائر کے جنوب میں استوائی افریقہ کی طرف بڑھنے لگا اور قدم قدم چل کر ان خطوں پر قابض ہونے لگا جو پہلے حلقہ سنوسیہ کی روحانی رہنمائی میں آزاد تھا۔

محمد المہدی

محمد بن علی کے بیٹے اور جانشین محمد المہدی کو تلوار اٹھانا پڑی اور کبھی اسے چھوڑنے کی نوبت نہ آئی۔ یہ طویل جہاد حقیقی اسلامی جہاد تھا، مدافعتی جہاد قرآن کے اس ارشاد کے مطابق

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۝ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث	تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑنے لگیں اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جہاں ان کو پاؤ قتل کرو، اور جہاں سے انھوں نے تم کو نکلنے پر مجبور

اخرجوکم والفتنة اشد من القتل ج ولاتقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ ج فان قاتلوکم فاقتلوھم کذالک جزاء الکافرین ○ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ○ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین للہ ط فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ○ البقرع ۲۴

کیا ہے ان کو وہاں سے نکال باہر کرو۔ کہ فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہے۔ مسجد حرام کے نزدیک قتال نہ کرو جب تک وہ وہاں تم سے خود نہ لڑیں۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ان سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور اللہ کا دین خالص (آزاد) ہو جائے۔ اگر وہ باز آجائیں تو زیادتی کرنے والوں کے سوا کسی پر زیادتی روا نہیں۔

مگر فرانسیسی باز نہ آئے۔ وہ سنگینوں سے اپنے ترنگے جھنڈے مسلمانوں کی زمین کے اندر دور دور تک بڑھاتے گئے۔

احمد الشریف

محمد بن علی السنوسی کے چھوٹے بیٹے سیدی محمد الشریف کے چھ بیٹوں میں سے پہلے بیٹے سیدی احمد الشریف جو ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۶ء تک اس طریقے کے شیخ رہے۔ دوسرے بیٹے سید محمد العابد کو جنوب میں فیضان (یا فزان) میں ایک علاقہ ملا۔ انھوں نے فرانس کے مقابلے میں ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک صحارا کی جدوجہد آزادی کی رہنمائی کی۔ تیسرے سیدی علی الخطاب، چوتھے سیدی صفی الدین تھے جو ۱۹۲۱ء میں سیرینیکا کی پارلیمنٹ کے صدر تھے۔ پانچویں سیدی الحلال اور چھٹے سیدی الرّضا تھے۔

۱۹۰۲ء میں سیدی محمد المہدی کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے سیدی احمد خلیفہ ہوئے۔ سیدی احمد سنوسی اعظم کا نام اسلامی دنیا میں مشہور ہو گیا۔ شمالی افریقہ کی نو آبادی کی حکومت میں کسی نام نے، عبد القادر الجزائری یا عبد الکریم ریفی (جو فرانسیسیوں کے پہلو میں زبردست کانٹے رہے) کے ناموں نے بھی فرانسیسی حکام کی اتنی راتوں کی نیند حرام نہ کی ہو گی جتنی اس شخص کے نام نے۔ یہ نام

مسلمانوں میں کتنے ہی ناقابل فراموش ہوں صرف سیاسی معنی رکھتے تھے۔ مگر سیدی احمد اور ان کے طریقے سالہاسال تک ایک عظیم روحانی طاقت کے حامل بھی تھے۔ وہ ایک ایسے عقیدے اور مشن کے وارث تھے کہ اگر وہ کامیاب ہوجاتے تو تجدید اسلام میں عظیم انقلاب پیدا کرتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی صحیح روح میں مذہبی اور سیاسی احیا کی لگن جو سنوسی تحریک کا مقصد تھا مسلمانوں کے دلوں سے مٹائی نہیں جاسکتی۔

سیدی احمد اور ان کے سنوسی مجاہدین نے حملہ آوروں پر اس شدت سے جنگ جاری رکھی کہ اطالوی اپنی کثیر التعداد سپاہ اور بہتر آلات حرب کے باوجود صرف چند ساحلی شہروں پر کمزور سا قدم جما سکے۔ ترک لیبیا و طرابلس کئی سال پہلے اطالویوں کے حوالہ کر چکے تھے۔ سنوسیوں کو سالہاسال تنہا ان کے مقابل صف آرا رہنا پڑا۔ ترک انگریزوں کے خلاف جرمنوں کی اکسائی ہوئی تحریک جہاد میں شریک ہو گئے تھے۔ یہ جہاد قرآن کی شرط جہاد کے خلاف تھا۔ کیونکہ یہ جہاد دفاعی نہیں بلکہ ایک جارحانہ جنگ تھا۔ اس لیے سنوسی اس سے علیحدہ رہ سکتے تھے مگر خلیفۃ المسلمین کی حمایت میں وہ ترکوں کے ساتھ ہو گئے اور مغربی ریگستان میں انگریزوں پر حملہ کر دیا۔

اب سنوسیوں کو تین محاذوں پر تین رخی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ شمال میں اطالویوں سے جنوب مغرب میں فرانسیسیوں سے اور مشرق میں انگریزوں سے۔

۱۹۱۸ء میں ترک مشیروں نے سیدی احمد کو آبدوز کشتی سے استنبول جانے اور زیادہ موثر فوجی امداد حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔

سلطان کے بااثر مشیر سنوسی کی کامیابی نہیں چاہتے تھے۔ ان کو ہمیشہ یہ خوف رہا کہ ایک دن بیدار ہوجانے والے عرب کہیں اسلامی دنیا کی سیادت دوبارہ حاصل کر لینے کی جدوجہد نہ کرنے لگیں سنوسی کی کامیابی و فتحیابی لامحالہ عربوں کو بیدار کر کے سنوسی اعظم کو جس کی شہرت نے خود ترکی میں قریب قریب افسانوی دلچسپی پیدا کر دی تھی، خلافت کا دعویدار بنا سکتی تھی۔ گو سیدی احمد نے کبھی ایسا حوصلہ نہ کیا مگر باب عالی کی بدظنی نہ گئی۔ ویسے ان کے ساتھ ان کے درجے کے مطابق انتہائی احترام کا سلوک کیا گیا مگر

وہ عزت و احترام کے ساتھ ہوشیاری سے ترکی میں روک رکھے گئے۔

مسلمانوں کے اتحاد کے لیے ذوق و شوق نے ان کو وہاں بھی بیکار نہ رہنے دیا۔ جب اتحادی افواج فاتحانہ استنبول میں اتر رہی تھیں وہ ایشیائے کوچک میں آکر مصطفےٰ کمال پاشا سے جا ملے جنھوں نے اندرون اناطولیہ میں اتحادیوں کے مقابلے میں ترکوں کی دفاعی تنظیم شروع کر دی تھی۔

ترکوں کے لیے اپنے اخلاق اور روحانی اثر کو کام میں لاکر سیدی احمد اناطولیہ کے شہروں اور گاؤں میں انتھک لگاتار سفر کرتے رہے اور لوگوں کو غازی مصطفےٰ کمال کی اعانت پر آمادہ کیا۔ اناطولیہ کے سیدھے سادے کسانوں میں کمالی تحریک کی کامیابی میں سنوسی اعظم کی مساعی اور ان کے نام کی عزت و رفعت نے عظیم الشان اضافہ کیا۔ ان کسانوں میں قومی نعروں کا کوئی وزن نہ تھا۔ مگر بے شمار نسلوں سے اسلام پر جانیں قربان کرنا ثواب عظیم سمجھتے تھے۔

اتاترک مصطفےٰ کمال کی غیر اسلامی اصلاحات سے دل برداشتہ ہو کر سید احمد ترکی کے تمام سیاسی اشغال سے کنارہ کش ہو گئے اور ۱۹۲۳ء میں دمشق کو روانہ ہو گئے۔ وہاں اتاترک کی داخلی پالیسی سے اختلاف کے باوجود، انھوں نے اہل شام کو ترکی سے متحد ہو جانے پر آمادہ کرنے کی سعی کر کے اتحاد مسلمین کی کوشش جاری رکھی۔ فرانسیسیوں کی قائم کردہ انتدابی حکومت نے قدرتاً ان کو انتہائی شک و شبہ کی نظر سے دیکھا۔ ۱۹۲۴ء میں جب ان کے دوستوں کو معلوم ہوا کہ ان کی گرفتاری قریب ہے تو وہ موٹر سے ریگستان پار کر کے سرحد نجد میں جا پہنچے، اور وہاں سے مکہ چلے گئے جہاں شاہ ابن سعود نے گرم جوشی سے ان کو مرحبا کہا۔

الغرض صوفیا کے طبقوں میں سید احمد شہید رائے بریلوی اور سید احمد السنوسی کے طریقے محمدیہ و سنوسیہ صرف طریقت کے سلسلے نہ تھے بلکہ شریعت کی جان۔ ان کا مجاہدہ اور ریاضات اس ارشادِ ربانی کی تعمیل و ترویج کی کوشش تھی:

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ	بے شک اللہ نے ان مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتے

يقاتلون فی سبیل الله فيقتلون ويقتلون، وعدًا عليه حقًا في التوراة والانجيل والقرآن، ومن اوفیٰ بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به، وذلك هو الفوز العظيم ٥ التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله، وبشر المؤمنين ٥ (توبہ ع ۱۴)

مارتے اور مرتے ہیں۔ اللہ کا یہ وعدہ توراۃ انجیل اور قرآن میں پکا ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا عہد پورا کرنے والا اور کون ہے۔ تو تم اس بیع پر جس کا تم نے اللہ سے معاملہ ٹھیرایا ہے خوشی مناؤ کہ یہ بڑی مراد ہے۔ یہ لوگ توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے، اللہ کی حمد کرتے ہوئے، روزے رکھتے ہوئے رکوع سجدے کرتے ہوئے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے، برائیوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود یعنی احکام کا تحفظ کرنے والے ہیں (اے پیغمبر محمد صلعم) مومنوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔

اس سے آگے بنی نوع انسان کے لیے اور کس عبادت، ریاضت، مجاہدہ اور نفس کشی کی ضرورت رہ جاتی ہے؟

ربنا اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين انعمت عليهم، غير المغضوب عليهم ولا الضالين (آمين) وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمين